اللہ کی میراث اور اسے قرضہ حسنہ دینے کا مطلب
مالی قربانی سے غیر معمولی فضل اترتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 /اگست 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ مَنْ ذَا الَّذِیْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۲﴾ (الحدید:12-11)

پھر فرمایا:۔

مالی قربانی کے متعلق جو میں مضمون بیان کر رہا تھا ابھی وہ تشنہ ہی تھا کہ خطبے کا وقت ختم ہو گیا۔ چند اور آیات کے حوالے سے ایک تسلسل کی صورت میں اس مضمون کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ یہ آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورۃ الحدید کی آیات 11 اور 12 ہیں۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ؕ تمہیں ہوا کیا ہے کہ تم خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے جبکہ زمین و آسمان کی میراث سب اللہ ہی کی ہے۔ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ تم میں سے جو فتح سے پہلے خرچ کرے گا جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا وَ قٰتَلَ اور جہاد کیا وہ اور ایسا شخص جو بعد میں کرے برابر نہیں ہو سکتے۔ ایک وقت ہوتا ہے جب مالی قربانی کی اور فی سبیل اللہ جہاد کی ایک غیر معمولی قیمت پڑتی ہے اور ایک وقت وہ ہوتا ہے جبکہ یہ معاملات لوگوں کو آسان دکھائی دینے لگتے ہیں اس وقت کی قربانی اور پہلے کی قربانی میں ایک فرق رہتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا یہ لوگ جو پہلے کرنے والے ہیں ان لوگوں سے درجے میں بہت بڑے ہیں جو بعد میں قربانیاں کریں گے اور بعد میں جہاد کریں گے۔ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى اور واقعہ یہ ہے کہ ہر ایک سے خدا تعالیٰ نے اچھا وعدہ ہی فرمایا ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۲﴾ کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے پس وہ اس کو بڑھاتا رہے وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ اور اس کے لئے اس کے پاس بہت ہی معزز اجر ہے یا لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ اس شخص کے لئے جو ایسا کرے گا اس کے لئے بہت ہی معزز اجر ہوگا۔

آج کل جماعت احمدیہ جس دور سے گزر رہی ہے اس کا خاص طور پر تعلق اس مضمون سے ہے جو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ابھی خدا تعالیٰ کی طرف سے جماعت کے آخری غلبے کی گھڑی کسی ایک ملک میں بھی اس طرح ظاہر نہیں ہوئی کہ جس کے بعد یہ پتا چلے کہ یہ ملک کلیۃً احمدیت کی گود میں آ گیا ہے اور ایک سو پچاس ممالک میں جہاں احمدیت پھیلی ہوئی ہے ہر جگہ یہی آیت کریمہ قربانی کی راہوں کی طرف بلا رہی ہے اور یاد دلا رہی ہے کہ وقت تھوڑا ہے آج قربانیاں کرلو ورنہ کل وہ دن ضرور آئے گا جب تمہیں غلبہ عطا ہوگا۔ پھر اس وقت کو یاد کرو گے اور یہ وقت دوبارہ نہیں آئے گا کیونکہ خدا کی طرف سے جو غلبہ آئے گا وہ میراث کے طور پر آئے گا۔ ایسا غلبہ ہوگا جو تمہاری جائیداد بن جائے گا۔ اس وقت جو قربانیاں کرو گے ان کا بھی خدا اجر عطا فرمائے گا۔ اس وقت بھی ایسی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے کہ جہاد کے تقاضے تمہیں اپنی طرف بلائیں لیکن جو نمایاں

غلبے سے بعد کی قربانیاں ہیں ان کو نمایاں غلبے سے پہلے کی قربانیوں سے کوئی نسبت نہیں۔ جیسے تہجد کی نماز کا ایک وقت ہوا کرتا ہے جبکہ روشنی کا پتا نہیں۔ پوری طرح انسان نہیں جانتا کہ دن کب نکلے۔ اب تو گھڑیوں کے دن آ گئے ہیں مگر گھڑیوں کے دنوں میں بھی تہجد کی نماز میں ایک عجیب پوشیدہ کیفیت ہے جو ایک قسم کے پردے رکھتی ہے اور اس وقت اٹھ کر عبادت کرنا جبکہ دنیا جاگی نہیں اور روشنی پھیلی نہیں، ایک دوسرے کی قربانیاں دکھائی نہیں دینے لگیں اس نماز کا سِرًّا (فاطر:30) سے تعلق ایسا ہے جیسے قربانی کے وقت مخفی قربانی انسان کرتا ہے اور اس کا درجہ بعد کی سب قربانیوں سے زیادہ ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ نفل ہے اور فرائض سے درجے میں وہ نفلی قربانی بڑھ جاتی ہے جبکہ دنیا کے علم کے بغیر مخفی طور پر کی جارہی ہے اور روشنی ابھی ظاہر نہیں ہوئی۔ اسی طرح غلبے کے وقت دن ہوا کرتے ہیں جب اسلام کا یا کسی بھی مذہب کا غلبہ ہو جائے تو ایک روشنی سی پھیل جاتی ہے کہ اس غلبے کی روشنی میں وہ لوگ بھی قربانیوں پر آمادہ ہو جاتے ہیں جن کی طبیعت پہلے مائل نہیں ہوا کرتی کیونکہ ایک فیشن سا بن جاتا ہے۔ اس وقت اونچی بولی لگانا ان کی اپنی قدر و منزلت دنیا کی نظر میں بڑھا دیا کرتا ہے۔ تو بہت سے پردے ہیں جن کے پیچھے رہتے ہوئے قربانی کرنا یقیناً پردے اٹھنے کے بعد کی قربانیوں سے اونچی ہوتی ہے اور خدا کے نزدیک اس کا درجہ بڑا ہے۔

ابھی باوجود اس کے کہ ہمیں فتوحات کی آواز سنائی دینے لگی ہے، ان کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے، نظر آ رہا ہے کہ آج نہیں تو کل اللہ تعالیٰ احمدیت کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ اب وقت ہے کہ اس آیت کی آواز پر لبیک کہیں کیونکہ یہ عظیم تر قربانیوں کے دن اب زیادہ لمبے نہیں چلیں گے۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے ملک ملک فتوحات کی نوبت بجنے لگے گی، جب جگہ جگہ سے فتوحات کی نوید سنائی دے گی اس وقت پھر بھی قربانیاں تو خدا کی خاطر جاری رہیں گی کیونکہ یہ قربانیوں کا مضمون صرف ایسے چندوں سے تعلق نہیں رکھتا جو غلبہ دین کی خاطر دیئے جاتے ہیں بلکہ مستقل انسانی ضروریات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور یہ ضروریات کبھی ختم نہیں ہو سکتیں لیکن وہ قربانیاں اور ہوں گی یہ پہلی قربانیاں اور ہوں گی۔ اس لئے میں سمجھتا تھا کہ اس آیت کے حوالے سے بھی میں آپ کو آج کل کی مالی قربانیوں کی اہمیت سمجھاؤں۔

قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے مضمون کو کھولا ہے، فرماتا ہے پہلے لوگ بعد والوں کے

مقابل کے برابر نہیں ہو سکتے۔ باوجود اس کے کہ اللہ نے سب سے اچھے وعدے ہی فرمائے ہیں۔ بعد والوں کی قربانیوں کا بھی اجر ان کو عطا کیا جائے گا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ دوسرا پہلو یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا آج ایسا دور ہے کہ جب دین خدا کو قرض کی ضرورت ہے اور جب قرض کی ضرورت ہو تو اس وقت انسان اس قرض کے ساتھ پھر کچھ عطا کے وعدے بھی کیا کرتا ہے۔ اگر کسی کو قرض کی ضرورت نہیں اور آپ یوں ہی قرض دیئے جائیں تو اس کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ آپ کو انعام واکرام سے بھی نوازے اور اگر سودی نظام ہے تو سود بھی عطا کرے۔ وہ کہے گا اپنے گھر رکھو مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن ضرورت مند تو زیادہ پیسے دے کے بھی قرضے لیا کرتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ اگر اس کو پیسے کہیں سے نہ میسر آئے تو اس کے وقت کا گزارہ نہیں چل سکتا۔

تو اب سوال یہ ہے کہ اللہ کو ضرورت کیوں ہے؟ اللہ کی ضرورت دراصل خدا کے ان بندوں کی ضرورت ہے جو اس کا پیغام پہنچاتے ہیں، جن پر پیغام پہنچانے کی ذمہ داری ڈالی جاتی ہے اور ہر مذہب کا آغاز غربت سے ہوا ہے اور ہر مذہب کو آغاز میں ایسے اموال کی ضرورت پڑتی ہے جو خدا کے نام پر خدا کے بندے اسے قرض کے طور پر دیتے ہیں۔ قرض سے مراد یہ ہے کہ وہ دیتے تو اس لئے ہیں کہ ہم جو کچھ بھی ہے، جو توفیق ہے ہم خدا کے حضور پیش کر رہے ہیں لیکن قرض ان معنوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قرض شمار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ یہاں دو باتیں بیان فرماتا ہے۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ جو کچھ بھی تم دو گے قرض کے طور پر ہو یا بے قرض کے ہو جس نیت سے بھی دو گے اگر خدا کو راضی کرنا مقصود ہے تو ہر چیز کا اجر ملے گا لیکن یہاں جو مضمون ہے وہ یہ ہے کہ یاد رکھو جب دین کی ضرورت ہو اس وقت تم دو تو تمہارے اموال کا بڑھانا اللہ پر فرض ہو جاتا ہے۔ اس وقت عام کرم کے علاوہ ایک دوسرا رحمت کا نظام جاری ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کے اموال میں غیر معمولی برکت دی جاتی ہے۔

اور یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور سے اب تک ہم اس آیت کی صداقت کو اس طرح جماعت کے حالات پر چسپاں ہوتے اور اطلاق پاتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تمام وہ غرباء جنہوں نے دین کی خاطر آغاز میں قربانیاں دی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے رنگ لگائے ہیں کہ دوسرے خاندانوں میں اس کی کوئی مثال دکھائی نہیں دیتی اور وہ

سلسلہ عطا کا جاری ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہوں گے کہ اب تو تیسری چوتھی نسل آ گئی، اب وہ جزا ہمیں کیوں مل رہی ہے۔ ہوسکتا ہے یہ اب ہماری اپنی تدبیریں ہیں جو پھل لا رہی ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو جھٹلایا ہے، غلط قرار دیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو حضرت داوٴدؑ نے کہا تھا کہ کوئی ولی ایسا نہیں جس کی سات پشتیں خدا تعالیٰ کے فضلوں کی وارث نہ بنائی جائیں اور کسی ولی کی اولاد سات پشتوں تک بھوکی نہیں مرنے دی جاتی۔ تو آپ کی تو ابھی تیسری چوتھی نسل ہے، سات پشتوں تک آنے میں ابھی کچھ وقت باقی ہے۔ مگر یہ آیت ابھی بھی آپ کو دعوت دے رہی ہے۔ اب اگلی سات پشتوں کا بھی انتظام کر جاوٴ۔ آج ضرورت کے دن ہیں، آج اگر تم نے خدا کی راہ میں خرچ کیا تو تمہارے حق میں خدا کی تقدیر جاری ہوگی اور تمہاری اگلی سات نسلیں بھی تمہاری قربانیوں کا فیض کھائیں گی۔

پس یہ آیت غیر معمولی اہمیت کا پیغام رکھتی ہے اسے سمجھنا چاہئے اور آج کل خصوصیت کے ساتھ دین کی راہ میں قربانیوں کے معیار کو بڑھانا چاہئے۔ جہاں تک قُتِلُوْا کا تعلق ہے قتال مختلف حالات کے مطابق مختلف معانی رکھتا ہے اور آج کل کے دور میں یہ تبلیغ ہی قتال ہے اور مجھے ذرہ بھی شک نہیں کہ وہ چونکہ جہاد اکبر بھی ہے اور اس میں بعض دفعہ قتال کی صورت بھی پیدا ہو جایا کرتی ہے خواہ یک طرفہ ہی ہو۔ مگر قربانیوں کی راہوں کی طرف تبلیغ بلاتی ہے اور قربانیوں کی راہوں سے بعض دفعہ انسان قربانیاں دیتے ہوئے گزرتا ہے۔ بعض دفعہ قربانیوں کی راہوں پر چلنا ہی قربانی سمجھا جاتا ہے، بعض دفعہ قربانیاں لی بھی جاتی ہیں۔ تو قتال سے آج کل کے حالات سے مراد دعوت الی اللہ ہے اور بہت سے ایسے دعوت الی اللہ کرنے والے ہیں جن کو اسی راہ میں سزائیں ملتی ہیں۔ مل رہی ہیں۔ اور اس کے باوجود بڑے شوق سے اور بے خوف ہو کر اس راہ میں آگے قدم بڑھا رہے ہیں۔ صرف پاکستان کی بات نہیں، ہندوستان میں بھی ایسا ہو رہا ہے۔ بعض دوسرے ممالک سے بھی بعینہٖ اسی قسم کی اطلاعیں مل رہی ہیں کہ دعوت الی اللہ کے نتیجے میں سخت سزائیں دی گئیں اور بعض جگہ قتل کروائے گئے، بعضوں کے گھر جلا دیئے گئے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دعوت الی اللہ کرنے والے بے خوف اس راہ میں مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔ تو آج کل کی قربانیوں کی جو جزا ہے وہ بہت زیادہ ہے اور عام حالات کی قربانیوں سے ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

پھر جب آپ کو اللہ تعالیٰ وارث بنادے گا ان قوموں کا جنہوں نے آپ پر ظلم کئے اور ان کے اموال آپ کے سپرد کر دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر بھی قربانیوں کا دور ختم نہیں ہوگا۔ ہم پھر بھی تم سے تقاضے کریں گے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ پس وہ جو خیال کرتے ہیں کہ جب احمدیت غالب آجائے گی تو چندے ختم ہوجائیں گے ان کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے احمدیت غالب آجائے گی تو احمدیت ختم ہوجائے گی کیونکہ خدا کی راہ میں مالی قربانی دین کا ایسا لازمی حصہ ہے جس کے بغیر دین زندہ رہ ہی نہیں سکتا اور خدا تعالیٰ نے جان کے ساتھ مال کا سودا کیا ہوا ہے اور یہ ایک دائمی تعلیم ہے۔ اس لئے میں نے یہ آیت آپ کے سامنے رکھی ہے تا کہ آپ کو علم ہو کہ باوجود اس کے کہ ہماری قربانیوں کے نتیجہ میں اللہ کا فضل ہمیں غلبہ عطا کرے گا لیکن اس کے بعد پھر بھی قربانیاں جاری رہنی چاہئیں اور اسی کی ہمیں اپنی اولادوں کو نصیحت کرتے رہنا چاہئے کہ جو کچھ ملے اس میں سے خدا کی راہ میں ضرور خرچ کرو۔

سورۃ الحدید آیت 8 میں ہے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ اللہ پر ایمان لاؤ اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس چیز کا بھی تمہیں اس نے مستخلف بنایا ہے اس میں سے بھی خرچ کرو۔ مُّسْتَخْلَفِيْنَ کا مطلب ہے جنہوں نے ورثے میں پہلی قوموں کی جائیدادیں پائی ہوں۔ ایسا عظیم انقلاب برپا ہوگیا ہے کہ وہ لوگ جو دنیا کے مالک بنے ہوئے تھے ان کے وجود کو خدا نے مٹادیا اور وہ اپنا سب کچھ تمہارے حق میں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان کی جائیدادیں تمہارے نام منتقل کر دی گئیں۔ یہ مُّسْتَخْلَفِيْنَ کا مضمون ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس وقت یہ نہ سمجھنا کہ اب تو ہمیں ان قوموں کا ورثہ مل گیا اب کیوں قربانیاں دیں۔ فرمایا تمہاری بقا کے لئے ضروری ہے کہ تم قربانیاں دو۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ پھر وہ لوگ جو تم میں سے ایمان لانے والے ہوں گے یعنی ایمان لانے والوں کو مخاطب کر کے پھر فرمایا ہے فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا یاد رکھنا اس وقت بھی انفاق کے ساتھ ایمان کی شرط لگی رہے گی۔ اگر قربانی دو گے اور ایمان کے ساتھ دو گے تو وہ مقبول ہوگی اور اگر ایمان کے بغیر ویسے ہی قومی جذبوں سے قربانیاں دے رہے ہو یا بنی نوع انسان کی ہمدردی میں دے رہے ہو تو اس کا اجر اللہ پر نہیں ہے۔ اس کا اجر تو تمہاری تمنا کا پورا ہوجانا ہی ہے۔ پس جتنی بھی زیادہ

خدا تعالیٰ سے اپنی قربانیوں کی قیمت وصول ہو سکتی ہے کرنی چاہئے کیونکہ اللہ مالک ہے اور اس پر کسی قیمت کا ادا کرنا دوبھر نہیں ہے۔ اس کی میراث ہے ساری دنیا، ساری کائنات۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میراث ہوتے ہوئے پھر وہ انفاق کیوں چاہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میراث لینے کا قانون اس نے بنا رکھا ہے۔ تجارتوں میں سودے کے قوانین ہوتے ہیں۔ آپ کچھ کرتے ہیں تو اس کے بدلے آپ کو کوئی چیز ملتی ہے۔ تو اللہ کی میراث کا مطلب یہ تو نہیں کہ چونکہ اللہ کی میراث ہے، اللہ کے سب بندے ہیں۔ ساری میراث اللہ سب کے سپرد کردے۔ اگر یہ ہو تو پھر تو امیر غریب کی تفریق ہی نہ مٹ جائے بلکہ تمام نظام اقتصادیات تباہ ہو جائے۔ ہر بندہ خدا کا بندہ، ساری جائیداد خدا کی جائیداد، سب کو برابر تقسیم کردے اور تقسیم کردے برابر تو ہر ایک کو اتنی مل جائے کہ جتنا ساری کائنات کی دولت ہے کیونکہ وہ دینے کے بعد پھر بھی خدا کے پاس لامتناہی بچی رہتی ہے۔ تو یہ بچگانہ سوالات ہیں۔ بغیر تدبر کے لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ ایک طرف اللہ کہہ رہا ہے مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ میری ہیں دوسری طرف کہتا ہے خرچ کرو میری راہ میں۔ بتا رہا ہے کہ میراث کے مالک بننا ہے میرے ساتھ، اگر تم نے مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہے اس ساری دولت میں جو میری ہے تو یہ تجارتی طریق ہے جو تمہیں بتا رہے ہیں۔ تبھی اس کو واضح طور پر تجارت فرماتا ہے تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ (فاطر: 30) ایسی تجارت ہے جو کبھی گھاٹے کی تجارت نہیں بن سکے گی۔ تو اللہ کا تو ہے پھر لینے کا طریقہ کیا ہے؟ لینے کا طریقہ ہے تم کچھ خرچ کرو اس کے بدلے تمہیں زیادہ ملے گا۔ اب دنیا میں بھی تو آپ اسی طرح کرتے ہیں۔ یہ تو نہیں کرتے کہ آپ ایک دھیلے کا خرچ نہ کریں اور توقع رکھیں کہ سارے آپ کو اپنے اموال دے جائیں۔ منافع کے سودے کا نام تجارت ہے۔ گویا اپنا حصہ ڈالنا پڑتا ہے۔ پس یہ دو قسم کی تجارتیں ہمیں بتائی گئی ہیں۔ ایک وہ جو روزمرہ مالی قربانی ہے اس کے بغیر تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی بھی حصہ اس کی لامتناہی دولت میں سے نہیں ملے گا۔ اگر اللہ کی میراث سے اس نئے قانون کے ذریعے کچھ حاصل کرنا ہے جو فضل کے طور پر ملتا ہے تو تمہیں کچھ حصہ ڈالنا پڑے گا۔

اب دنیا میں اس پہلو سے ہمارے سامنے حقیقت میں تین تجارتیں آئیں گی۔ آپ کو سمجھانے کی خاطر یہ تفصیل بتا رہا ہوں۔ ایک ہے وہ تجارت جو دنیا کی تجارت ہے ہر قسم کی تجارتیں اس میں شامل ہیں اور اس میں قانون یہ ہے کہ ایمان کی کوئی شرط نہیں اور کسی کی خاطر کچھ خرچ کرنے کی

کوئی شرط نہیں ہے۔ عام تجارت ہے، آپ جتنا پیسہ ڈالیں گے اگر عقل سے کام لیں گے تو اس سے زیادہ آپ کو واپس مل جائے گا۔ اگر عقل سے کام نہیں لیں گے تو جو ڈالا ہے وہ بھی ضائع ہو جائے گا۔ یہ دنیا کا عام تجارت کا قانون ہے۔

ایک تجارت یہ ہے کہ آپ کی عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، صرف ایمان کا دخل ہے۔ اگر آپ کو یہ علم ہو جائے کہ ہر چیز کا مالک خدا ہے اور وہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ اگر تم ایمان کے ساتھ میری خاطر خرچ کرو تو تمہاری تجارت کے فائدے کا ذمہ دار میں ہوں۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اس تجارت میں کوئی گھاٹا نہیں ہوگا۔ سب سے زیادہ یقینی یہ تجارت ہے جو کبھی ہلاک نہیں ہوگی۔ یہ ان دونوں تجارتوں میں لازماً بہت زیادہ اعلیٰ درجے کی تجارت ہے اور اس لحاظ سے بھی اعلیٰ ہے کہ تجارت دنیا میں ہی فائدہ نہیں دیتی بلکہ مرنے کے بعد بھی دے گی اور آپ کا مال یہیں بڑھتا ہوا بند نہیں ہو جائے گا بلکہ مرنے کے بعد بھی بڑھتا رہے گا۔ تو ایسی تجارت جو لامتناہی ہو جاتی ہے کبھی ختم نہیں ہوتی اس تجارت سے بدرجہا بہتر ہے بلکہ کوئی نسبت ہی نہیں ہے جو تجارت دنیا کی تجارت ہے۔

تیسری تجارت وہ ہے قرضہ حسنہ والی۔ اس کو انفاق نہیں کہا گیا، اس کو قرضہ حسنہ کہا گیا ہے۔ وہ تجارت ہے جبکہ دین کو ضرورت بھی ہے اور باوجود اس کے کہ اللہ زمین و آسمان کا مالک ہے، ساری جائیداد، ساری کائنات اسی کی ہے پھر بھی وہ چاہتا ہے کہ آپ اس کام کو سنبھالیں اور پھر آپ کو اپنی کائنات میں سے وہ کچھ عطا کرے جو پہلی تجارت کے مقابل پر بہت زیادہ ہو اور یہاں سود در سود در سود کا مضمون شروع ہو جاتا ہے۔ یہ سود آپ کی طرف سے سودے کے طور پر نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے عطا کے طور پر ہے۔ پس ضرورت کے وقت کے خرچ انفاق سے بڑھ کر قرضہ حسنہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور قرضہ حسنہ کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو قرضہ لینے والے کا پہلو ہے یعنی اللہ اور ایک قرضہ دینے والے کا پہلو ہے یعنی خدا کا بندہ۔ قرضہ حسنہ اس کو اس لئے کہا گیا کہ دینے والا زیادہ کی نیت سے نہیں دیتا بلکہ دین کی ضرورت پوری کرنے کی خاطر دے رہا ہے۔ اس لالچ میں نہیں دیتا کہ وہ بڑھے گا اور حسنہ کا دوسرا پہلو ہے لینے والے کا۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ لینے والا اتنا معزز ہے، اتنا کریم ہے کہ جب جانتا ہے کہ بے شرط کے دیا گیا ہے تو پھر بہت زیادہ بڑھا کے عطا کرتا ہے اور غیر مشروط قربانی کا لامتناہی اجر عطا کرتا ہے۔ یہ وہ تین قسم کی تجارتیں ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ملتا

ہے۔انسانی تجارت کا بھی، عام قربانی کی تجارت کا بھی اور قرضہ حسنہ کی تجارت کا بھی۔

پھر فرمایا کہ جو کچھ بھی تم خرچ کرتے ہو اس کے پیچھے روح کیا ہونی چاہئے۔ وہ کون سی روح ہے جو اللہ کو پسند ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ قربانی کون سی ہوگی فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93) اگر تم الْبِرَّ چاہتے ہو یعنی نیکی کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو تم ہرگز الْبِرَّ کو حاصل نہیں کرسکو گے۔ جب تک کہ جو کچھ مال خرچ کرتے ہو اس سے تمہیں محبت ہو اور محبت والا مال خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اس کے بہت سے پہلو ہیں۔ ان میں ایک پہلو جو پہلے بھی بارہا میں بیان کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ خدا کی خاطر جب پیش کرنا ہو تو محض تجارت کی غرض سے تو کرنا نہیں وہ تو قرضہ حسنہ بھی اگر ہو تو وہاں تجارت کا پہلو دینے والے کے پیش نظر نہیں ہوا کرتا۔ دینے والا تو محض ایک ضرورت پوری کرنے کی خاطر دیتا ہے اس کا ہی نام قرضہ حسنہ ہے۔ وہ کہتا ہے اگر میرا ہی لوٹا دو تو بس مجھے کافی ہوگا، اپنی ضرورت پوری کرلو۔ لینے والا بہت معزز ہے اس لئے وہ بڑھا کر دے گا۔ اس لئے نیت میں تجارت نہیں ہوتی مگر پھر بھی جانتا ہے کہ ہے تو سہی، دوں گا تو زیادہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ اس سے اگلا درجہ اب بتا رہا ہے وہ ہے محبت کی تمنا۔ الْبِرَّ یہاں کوئی بھی اجر کی توقع نہیں ہے صرف اپنی ذات کو معزز بنانے کی توقع میں انسان خرچ کرے یعنی خدا کے نزدیک اس کی قیمت پڑ جائے اور یہ پہلو وہ ہے جس کا مال کے خرچ میں محبت کے عنصر سے تعلق ہے۔ جب بھی آپ مال خرچ کریں اور ایسا مال خرچ کریں جس سے محبت ہو تو ظاہر ہے کہ وہ مال اس کی خاطر خرچ کرسکتے ہیں جس سے زیادہ محبت ہو، ورنہ نہیں کر سکتے۔ یہ ایک دائمی غیر مبدل فطری اصول ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔ آپ کو جس سے پیار ہو آپ اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیتے ہیں۔ بہت بہت قیمتی مال خرچ کر کے تحائف پیش کرتے ہیں۔ وہ جتنا بھی قیمتی تحفہ ہو اتنا ہی زیادہ آپ کو اچھا لگتا ہے اور کسی ایسے شخص کو آپ نہیں دے سکتے جس سے آپ کو محبت نہ ہو۔ آپ کو تو صدمہ پہنچے گا اگر ایسے شخص کو وہ چیز ہاتھ آ جائے جو آپ کو پیاری ہو اور وہ شخص کم پیارا ہو۔ آپ سمجھتے ہیں نقصان ہو گیا۔ اگر اس سے محبت زیادہ ہو جس کی خاطر دیتے ہیں تو پھر اگر وہ نہ لے پھر صدمہ پہنچتا ہے۔ جس سے کم محبت ہو اگر وہ لے لے تو پھر صدمہ پہنچتا ہے۔ بعض دفعہ لوگ بے چارے دکھانے کی

خاطر ہی یا اس خیال سے کہ اگلا انکار ہی کر دے گا کہہ بیٹھتے ہیں چلو اچھا پسند ہے تو لے لو۔ وہ سمجھتے ہیں کہے گا نہیں رہنے دو۔ وہ بعض دفعہ لے ہی جاتا ہے۔ سارا دن ان کا پچھتاوے میں گزرتا ہے میں کیا منہ سے کہہ بیٹھا۔ لیکن اگر محبت ہو اور وہ نہ لے پھر بھی دکھ میں گزرتا ہے مگر بہت زیادہ دکھ میں۔ ایک دن نہیں بعض دفعہ ہفتوں مہینوں اس کا دکھ رہتا ہے۔ بعض دفعہ ساری عمر اس دکھ میں کٹ جاتی ہے کہ میں نے اتنے پیار سے تحفہ دیا تھا، اسے نامنظور کر دیا گیا۔ پس یہ محبت کے کھیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم تمہیں درجہ بدرجہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات کی طرف لے جا رہے ہیں اور مالی قربانی میں بھی ہر مقام کے بعد ایک اور اعلیٰ مقام پڑا ہوا ہے پس اگر تم چاہتے کہ تم ابتر ہو جاؤ خدا کے نزدیک یعنی خدا کے نزدیک تم ایسے نیکوں میں شمار ہو کہ ان سے اللہ محبت کرنے لگے تو پھر مال وہ خرچ کرو جس سے تمہیں محبت ہو۔ اب جتنی زیادہ اللہ سے محبت ہو اتنا ہی زیادہ وہ مال انسان خرچ کر سکتا ہے جس سے محبت ہو۔ جتنی کم اللہ سے محبت ہو اتنا ہی کم وہ مال خرچ کر سکتا ہے جس سے محبت ہو۔ ایسا حیرت انگیز فارمولا ہمیں سمجھایا گیا ہے جو Equation کی طرح حسابی طور پر کام کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی لکھا ہے اور عام ہمارا مشاہدہ ہے کہ بعض لوگ فقیروں کے لئے غریبوں کے لئے سڑی بُسی ہوئی روٹیاں پرانے پھٹے ہوئے کپڑے سنبھال کے رکھتے ہیں کہ خدا کی خاطر دان دیا جائے۔ کہتے ہیں خدا کی خاطر اور دیتے ہیں وہ چیز جو نہایت بوسیدہ اور ذلیل ہو۔ قرآن کریم کی اس کی طرف بھی نظر ہے کوئی پہلو نہیں چھوڑتا، یہ عجیب کتاب ہے۔ فرماتا ہے، دیکھو خدا کی راہ میں ایسا خرچ نہ کرنا کہ اگر تمہیں ملے تو نہ لو سوائے اس کے کہ شرم سے آنکھیں جھکی ہوئی ہوں اور نظر اٹھا کے نہ دیکھ سکو پھر کہ میں نے کیا ذلیل چیز قبول کر لی ہے۔ ایسی ہی حالت انسان پر اس وقت آتی ہے جبکہ غربت کی مار سے وہ ذلیل ہو چکا ہوتا ہے۔ عزت نفس ہو بھی تو بے اختیار ہو چکا ہوتا ہے۔ کوئی شخص بھی اس کو گری پڑی ذلیل روٹی بھی دے دے گا تو وہ لے لے گا مگر یہ محبت کے سودے تو نہیں ہیں، یہ نفرت کے سودے ہیں۔ ایسی قربانی محبت نہیں پیدا کر سکتی یہ نفرت پیدا کر سکتی ہے۔ چنانچہ بسا اوقات ایسے لوگ اس گرہ کو دل میں باندھ رکھتے ہیں کہ جب ہمیں ضرورت تھی تو اس شخص نے ایسا ذلیل سلوک کیا تھا پھر جب ان کو خدا توفیق دیتا ہے تو اگر کریم ہوں اور معزز ہوں تو ان کو بہت زیادہ اور اعلیٰ دے کر اپنا بدلہ اتارتے ہیں مگر یہ بدلہ ضرور اتارتے ہیں اور اگر وہ کمینے لوگ ہوں تو جس

طرح انہوں نے سلوک کیا اسی قسم کا ذلیل سلوک ان سے کر کے اپنے انتقام کی آگ کو بجھا لیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ ایسی چیزوں سے پکڑتا نہیں، غض بصر کر جاتا ہے مگر قبول نہیں فرماتا۔ ایسی چیزیں پیش کرنا ہی گستاخی ہے۔ پس قرآن کریم فرماتا ہے ایسی قربانی نہ کرنا۔ اپنی طرف سے قربانی کررہے ہو۔ تمہارے لئے اگر وہ قربانی پیش کی جائے تو شرم کے مارے جان نکل رہی ہو، آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکو کسی سے، دینے والے سے آنکھ نہ ملا سکو حیا کے نتیجے میں۔ اس کے برعکس یہ ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ خرچ کرنا ہے تو محبت کے نتیجے میں کرو۔

پس جہاں محبت بڑھ گئی وہاں خرچ کے معیار یا خرچ کرنے کی جگہیں بھی بدلتی چلی جاتی ہیں۔ اب وہ سڑی بسی روٹی تو نہیں مگر ایک مہمان آیا ہے آپ اس کے لئے درمیانی تعلق رکھتے ہیں تو جو بھی گھر میں پکا ہے پیش کر دیتے ہیں ہاں ایک آدھ بیچ میں میٹھا بھی پکوالیا یا جلدی سے بازار بھیج دیا اور کچھ نہیں تو Fish and Chips ہی اٹھالاؤ مہمان آیا ہوا ہے۔ یہ محبت کا تقاضا ہے۔ ایک مہمان آتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ سب کچھ انسان نچھاور کر دے۔ دوڑتے پھرتے ہیں لوگ اس کو خوش کرنے کے لئے یہ بھی پکڑو وہ بھی پکڑو اور بعض دفعہ اتنا تکلف کرتے ہیں کہ وہ مہمان دس دن بھی کھاتا رہے تو وہ پھر بھی بچ جائے اس سے اور کہو کہ کیوں اتنا زیادہ پکا رہے ہو آخر ایک آدمی آرہا ہے۔ تو کہتے ہیں ہم تو اپنا شوق پورا کر رہے ہیں۔ جتنا کھانا ہے کھالینا اور چھوڑ دینا اور بسا اوقات مجھے تجربہ ہوا ہے اپنے دوروں کے دوران کہ بعض دیہات میں جاتے ہیں اپنے اخلاص میں اتنا کھانا نہ صرف پکاتے ہیں بلکہ پلیٹ میں اتنا ڈال دیتے ہیں کہ تین دن میں بھی آدمی نہ کھا سکے۔ پلیٹیں بھی بعض دفعہ دیہات میں کافی بڑی ہوتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے مجمعوں میں وہ ایک ایک پلیٹ ڈالتے ہیں۔ کئی دفعہ میں نے کہا یہ دیکھو مجھ میں طاقت نہیں ہے، ہو ہی نہیں سکتا میں کھاؤں۔ انہوں نے کہا نہیں جب بھوک ختم ہو چھوڑ دینا مگر ہمیں تو شوق پورا کرنے دو۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو اتنا کھلائیں تو یہ محبت کی باتیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی پھر اتنا ہی قبول فرماتا ہے جو اعزاز کی خاطر قبول کیا کرتا ہے۔

آپ پیش محبت سے کریں تو بسا اوقات وہ سارا لیا ہی نہیں جاتا مگر قبول ان معنوں میں ہو جاتا ہے کہ اس کے نتیجے میں اس سے بھی بڑھ کر محبت عطا ہوتی ہے جتنی کہ آپ نے سودا کیا تھا اور یہ سب سے اعلیٰ قربانی کا طریق ہے۔ اس نیت سے قربانی کریں تو پھر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آپ

کے اموال ہی میں برکت نہیں پڑے گی وہ تو پڑنی ہی پڑنی ہے وہ ایک ضمنی چیز ہے، ضمنی بھی ایسی کہ آپ کو اس کی تمنا بھی نہیں ہے۔ یہ بھی تو ہوتا ہے کہ بعض دفعہ اپنے محبوب کو آپ تحفہ دیں تو وہ بھی آگے سے تحفہ دیتا ہے لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ اس تحفے سے انسان شرمندہ ہو جاتا ہے۔ محبت کے نتیجے میں خوش تو ہوتا ہے لیکن اسے لگتا ہے کہ میں چاہتا تھا کہ میرا ہی تحفہ اس طرف رہے، اس کی طرف سے بھی آ گیا، اب میں کیا کروں۔ تو اللہ تعالیٰ کو تو اس میں آپ ہرا نہیں سکتے اس نے تو دینا ہی دینا ہے اور اتنا دینا ہے کہ آپ کے تحفے ہمیشہ اس کے مقابل پر ذلیل اور حقیر ہو جایا کریں گے مگر سب سے بڑا سودا محبت کا ہے۔ جو محبت اس کی عطا ہوگی وہ آپ کے لئے بھی ذرہ ذرہ بھی ایسا کہ آپ اس کو لینے کے لئے جان بھی قربان کر دیں تو لیں اور ہوگی بھی اتنی کہ لامتناہی ہے۔ آپ سے سمیٹی نہ جائے۔ اس دنیا میں بھی خدا کی محبت نصیب ہوگی، اس دنیا میں بھی خدا کی محبت نصیب ہوگی۔

پس جن قوموں نے مال کے سودے کرنے ہیں اور قربانیاں کرنی ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ ان کی باریک راہوں کو دیکھیں اور سمجھیں اور اپنی قربانی کی سب سے زیادہ قیمت لیں اور اللہ کی محبت قربانی کی سب سے زیادہ قیمت ہے۔ اسی کے نتیجے میں انسان اَلْبِرَّ بنتا ہے۔ بِر ّ کریم ایسا جو واقعۃً معزز ہو جاتا ہے اور دنیا کے معاملات میں بھی وہ معزز کہلاتا ہے۔ پھر اس کے دنیا سے سلوک بھی کریمانہ ہو جایا کرتے ہیں۔ پس اللہ کرے کہ ہمارے ہاں سب سے زیادہ مالی قربانی والے ایسے پیدا ہوں۔ جو محبت الٰہی کی وجہ سے قربانی کریں اور ایسے اموال پیش کریں جو چاہتے ہوں کہ محبت ہو تو پیش کئے جائیں ورنہ نہ پیش ہو سکیں۔ اب وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیاوی طور پر بہت حصہ پاتے ہیں، امیر ہو جاتے ہیں اب ان کا مال کی محبت کا معیار بھی ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ ایک غریب آدمی کی مال سے محبت جو ہے وہ اگر اس کو ہزار روپیہ ملتا ہے یعنی آج کل کے زمانے میں پاکستان میں تو ہزار بھی ایک غربت کا نشان ہے، اس میں اگر وہ سو بھی دے تو بہت بڑی قربانی ہے کیونکہ وہ جو ہزار ہے وہ اس کی روزمرہ کی ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا۔ اس لئے سو کی بحث نہیں رہی یہ بحث ہے کہ جو مال پیش کر رہا ہے اس سے محبت ہے کہ نہیں اور ضرورت مند سے زیادہ کون مال سے محبت کر سکتا ہے۔

پس جتنا غریب ہو اتنا ہی اس کا تھوڑا بہت ہو جاتا ہے۔ یہ بھی اس آیت کا پیغام ہے جو بہت ہی لطیف ہے کہ تم وہ خرچ کرو جس سے تمہیں محبت ہے پھر خواہ تھوڑا بھی ہو اگر محبت زیادہ ہے تو

اجر محبت کے نتیجے میں ملے گا نہ کہ مال کی مقدار دیکھ کر دیا جائے گا۔ پس اس نے بڑے اور چھوٹے کو کس طرح دیکھیں ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا اور غریب کے لئے بھی کوئی شکوے کی اور حسرت کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ جتنا غریب اتنا ہی تھوڑے سے مال سے اس کی محبت زیادہ، جتنی محبت زیادہ اتنا ہی اس کا خرچ خدا کے نزدیک زیادہ مرغوب اور مقبول اور اتنا ہی بڑا محبت کا اجر اسے عطا ہوگا۔

پس بظاہر فرق ہیں امیر اور غریب میں لیکن اللہ تعالیٰ کا جو نظام جاری ہے وہ ہر فرق کو مٹا دیتا ہے اور آخری فیصلہ ایک شخص کے دلی تعلق ہی کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ تان ٹوٹتی ہے تو اس کی نیت کے اچھے یا بد ہونے پر ٹوٹتی ہے اور باقی جو چیزیں ہیں خرچ یہ ایک ظاہری سا ایک نسبتاً ایسا نظام دکھائی دیتا ہے جو بنیادی اہمیت نہیں رکھتا۔ بنیادی اہمیت اس تعلق ہی کی رہتی ہے جس تعلق کے نتیجے میں آپ مال خرچ کرتے ہیں یا جس کی کمی کے نتیجے میں آپ ہاتھ روک لیتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ ایسے بھی تو لوگ ہیں جو دین میں خرچ نہیں کرتے مگر دنیا میں ان کے ہاتھ کھلے ہوتے ہیں اور بہت خرچ کرتے ہیں۔ ان کا کیا ہوگا، ان کا خرچ کیا معنے رکھتا ہے۔ فرمایا مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (آل عمران:118) یعنی وہ لوگ جو خدا سے ہاتھ روکتے ہیں ان میں سے ایسے بھی ہیں جو دنیا میں بہت کھلا خرچ کرنے والے ہوتے ہیں لیکن ان کے خرچ کی حیثیت یہ ہے کہ كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ان کی مثال ایسی ہوا کی طرح ہے فِيْهَا صِرٌّ اس میں یخ بستہ ہوائیں ہوں۔ ایسی تیز ہوا چلے جس کے اندر بعض حصے یخ بستہ کر دینے والے ہوں جیسی بعض دفعہ شنوب چلتی ہے کینیڈا وغیرہ میں، بعض ممالک میں اچانک آتی ہے اور وہ سب کچھ اپنی سردی کی وجہ سے جلا کے رکھ کر دیتی ہے۔ اتنی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ بھی کھینچا ہوا ہے باوجود اس کے کہ قرآن کریم عرب میں نازل ہوا ہے جہاں اس قسم کی ٹھنڈی ہواؤں کا تصور نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو ایسے خرچ نہ کرنا دنیا والوں کی طرح جن کے خرچ کے نتیجے میں جو مثال بنے گی ایسی ہوگی جیسے کسی نے زمیندارہ کیا، محنت کی، پھل پھول لگائے اور پھر ایک بہت ہی سرد ہوا چلی ہے جس نے سب کچھ جھلس کے رکھ دیا ہے۔

اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ سرد ہوا سے کیوں نسبت دی گئی۔ گرم بگولوں سے کیوں نسبت نہ دی

گئی۔اصل میں جن کے دل اللہ کی محبت میں سرد پڑ چکے ہوتے ہیں ان کے اموال میں Energy نہیں ہوتی ،ان کی ساری قربانیاں طاقت سے عاری ہو جاتی ہیں اور دنیا میں جو آپ کو قربانیاں دکھائی دیتی ہیں یہ بے معنی ہیں،ان کے کسی کام نہیں آ سکتیں کیونکہ اصل فیصلہ یہ ہوگا کہ اللہ کی محبت کی گرمی سے کچھ خرچ کیا گیا ہے یا اس کے فقدان کے نتیجے میں ایک مرے ہوئے ،ٹھنڈے دل نے خرچ کیا ہے اور جو مرا ہوا ٹھنڈا دل خرچ کرے گا اللہ نتیجہ وہی نکالے گا۔خواہ دنیا پر آپ کتنی ہی گرم جوشی سے خرچ کریں لیکن ٹھنڈی ہوا جو آپ کے دل کی خدا سے سردمہری کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے وہ بالآخر اس کو ہلاک کر دے گی ۔تو خدا تعالیٰ نے مثالیں دی ہیں ان میں بھی گہری حکمتیں ہیں۔ یہاں محبت کی گرمی یا محبت کے فقدان کی سردی مراد ہے اور جن کے دل خدا کی محبت سے عاری ہوں ان کے دل خدا پر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور وہی سردی ہے ان کے دلوں کی جوان کی محنتوں کو ہلاک کر دیا کرتی ہے۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اس کے نتیجے کی سمجھ آ جاتی ہے۔اگر آپ پہلی آیت کو سمجھ لیں۔اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے تو ان پر ظلم نہیں کیا۔اگر وہ مضمون نہ سمجھیں جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے تو پھر یہ نتیجہ عجیب سا لگتا ہے۔ایک طرف اللہ کہتا ہے چلاتا تو خدا ہی ہے ہوا اور ایک زمیندار کے سارا سال کی محنت بھی برباد ہو جاتی ہے اور پھر بھی اللہ کہتا ہے کہ ہم نے ظلم نہیں کیا انہوں نے خود ظلم کیا۔انہوں نے خود ظلم اس لئے کیا کہ اپنی قربانیوں کی ہلاکت کا سامان پہلے ہی دل میں سمیٹ رکھا تھا۔

ہیولا برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

وہ خون گرم غریب کا جو امیر چوس جائے ، غالب کہتا ہے کہ برق جو گرتی ہے خرمن پر یہ وہی غریب کا چوسا ہوا خون ہے جو برق بن کر برستا ہے۔اور یہاں تمہاری اللہ کی محبت سے سردمہری ہے جو یخ بستہ ہوا بن کر چلے گی تمہارے اعمال پر اور ان سب کو بے نتیجہ اور بے حقیقت کر کے دکھا دے گی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا پہ جو بھی آپ خرچ کریں اس کا یہی نتیجہ نکلے گا۔ آنحضرت ﷺ نے جو ہمیں مالی نظام کے باریک پہلو سمجھائے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ جو خرچ بظاہر ہم دنیا پہ بھی کرتے ہیں ان میں بھی اللہ کی محبت کی گرمی پیدا کی جاسکتی ہے اور اگر کر دی جائے تو

وہ دنیا کا خرچ عبادت بن جاتا ہے۔اب اس کی مثال اس سے بہتر نہیں دی جاسکتی کہ انسان اپنی بیوی سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔کبھی خاص طور پر پیار کی موج آئی ہوتو ہاتھ سے لقمہ بنا کے اس کے منہ میں ڈالتا ہے۔آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ لقمہ بھی اگر تم خدا کی محبت کو غالب کرتے ہوئے بیوی کو راضی کرنے کی بجائے اس خیال سے ڈال دو کہ میرا اللہ چاہتا ہے کہ میں اس سے حسن سلوک کروں بیوی کوتو مزہ آئے گا ہی وہ تو اسی طرح لطف اٹھائے گی جس طرح تم نے لقمہ ڈالا ہو کسی اور نیت سے۔ مگر تم ایک اور لطف اٹھالو گے تمہیں بیوی کی رضا بھی حاصل ہو جائے گی اور اللہ کی رضا بھی حاصل ہو جائے گی۔وہی تمہارا فعل جو خدا کی محبت کی گرمی سے ہوگا یہ نشوونما پانے والا ہوگا یہ بہترین نتائج ظاہر کرنے والا ہوگا۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ہمیں تسلی دلا دی کہ مومن خواہ بظاہر دنیا پر بھی خرچ کر رہا ہوا گر یہ نسخہ یاد رکھے کہ جو کچھ بھی کرے اس میں رضائے باری تعالیٰ کا پہلو غالب رہے تو پھر اس کا ہر خرچ برکتوں والا ہے اور دین و دنیا میں وہ خدا تعالیٰ کے حضور نشوونما پانے والا مال بنے گا اور اللہ کے فضل کی رحمتیں اور برکتوں کی ہوائیں اسے ایسی سرسبز لہلہاتی ہوئی کھیتیوں میں تبدیل کر دیں گی جو بڑی کثرت سے پھل دیتی ہیں اور ان کے پھل کی حفاظت کی ذمہ داری بھی آسمان سے اترا کرتی ہے۔پس ایسے سودے کیوں نہ کریں؟ خرچ تو ہم نے کرنے ہی ہیں مگر جو خدا کی راہ میں خرچ کریں وہ ایسی نیت سے کریں کہ اس سے بہتر اجر سوچا بھی نہ جاسکتا ہو اللہ کی محبت میں۔جو دنیا میں خرچ کرنے ہیں اور خود اس کے فائدے اٹھانے ہیں اس میں بھی خدا کی محبت کا عنصر شامل کر دو تو وہ بھی تمہارے لئے جزا کا موجب بن جائے گا۔ہر خرچ خدا کی خاطر کیا ہوا خرچ بن سکتا ہے۔

پھر آنحضرت ﷺ ایک اور بہت ہی لطیف مثال دیتے ہیں کہ کس طرح نیتوں کے نتیجے میں خدا تعالیٰ اموال میں ایسی برکت دیتا ہے کہ بعض دفعہ عام قانون قدرت سے ہٹ کر ایسے لوگوں کے اموال میں برکت کے سامان کئے جاتے ہیں اور ان کی نشوونما کی حفاظت کی جاتی ہے اور یہ حدیث مسلم کتاب الزہد سے لی گئی ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک آدمی بے آب و گیاہ جنگل میں جا رہا تھا۔بادل گھرے ہوئے تھے یعنی ایسے جنگل میں تھا جہاں خشکی تھی اور گھاس کی پتیاں بھی نہیں اگتی تھیں لیکن بادل بہت گھر کر آئے ہوئے تھے۔اس نے بادل سے ایک آواز سنی کہ اے بادل تو فلاں نیک انسان کے باغ کو سیراب کر اور وہ بادل اس جگہ

کو چھوڑ کر ایک اور سمت چل پڑا۔ اب اس شخص کے دل میں تعجب پیدا ہوا کہ میں دیکھوں تو سہی یہ کیا بات ہے۔ وہ اس بادل کی پیروی میں جہاں جہاں وہ بادل جا رہا تھا اس طرف چل پڑا۔ یہاں تک کہ اس نے دیکھا کہ وہ بادل ایک نالے پر جا کر برسا ہے اور خوب برسا ہے۔ وہ اس نالے کے ساتھ ساتھ چل پڑا، دیکھا تو اسی نالے سے ایک شخص نے پانی نکال کر اپنے کھیتوں کی طرف رخ موڑا ہوا تھا۔ اس کو بادل سے جو آواز آئی اس میں اس کا نام بھی بتایا گیا تھا۔ اللہ کی طرف سے بادل کو حکم ملتا ہے کہ اے بادل! میرے فلاں بندے کے کھیتوں میں جاکے برس۔ اس نے دیکھا تو اس نے اس سے پوچھا کہ بھائی تمہارا کیا نام ہے۔ اس نے وہی نام بتایا جو بادل کی آواز کے ساتھ اس نے سنا تھا۔ اس پر اس نے کہا کہ مجھ سے یہ عجیب واقعہ ہوا ہے۔ تُو کرتا کیا ہے؟ مجھے بتا تو سہی کہ تیرے وہ کون سے اعمال ہیں جو اللہ کو اتنے پسند آ گئے ہیں کہ بادلوں کو حکم دیتا ہے کہ جا اور میرے بندے کی خاطر برس۔ تو اس نے کہا کہ اب تم نے بات چھیڑ دی ہے بتا ہی دیا ہے قصہ تو اب سن لو کہ میرا دستور یہ ہے کہ جو کچھ بھی مجھے آمد ہوتی ہے اس میں اس کا 1/3 حصہ پہلے خدا کے لئے نکال دیتا ہوں۔ پھر 1/3 کھیتی کا حق ادا کرنے کے لئے تا کہ آئندہ فصل کے لئے جو ضروریات ہیں وہ پوری کروں الگ کر دیتا ہوں۔ پھر جو 1/3 بچتا ہے وہ اپنے اہل و عیال پر، دوستوں پر اپنی دنیا کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے خرچ کرتا ہوں۔ بس اتنا سا میرا کام ہے اور اللہ کو یہی بات پسند آ گئی ہے۔

اس سے آپ کو یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ ہم نے جو نظام جماعت میں آپ دیکھتے ہیں کہ 1/3 تک وصیت کی اجازت ہے زیادہ کی نہیں یہ ایک مستقل آسمانی ہدایت ہے یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 1/3 کی شرط لگائی ہے۔ 1/10 وصیت میں کم سے کم اور 1/3 زیادہ سے زیادہ لیکن 1/3 ہو یا 1/10 ہو اگر اللہ کی محبت کی خاطر خرچ کریں گے اور باقاعدہ نیت باندھیں کہ میں اپنے اللہ کو راضی کروں گا جو کچھ اللہ کا ہے وہ آپ کا ہو جایا کرتا ہے۔ خدا کی کائنات آپ کی خاطر مسخر کر دی جاتی ہے اور اسی کی یہ مثال ہے کہ جو میں نے حدیث کی صورت میں آپ کے سامنے رکھی ہے۔

اب باقی باتیں انشاء اللہ بعد میں کروں گا اب وقت تھوڑا ہے میں بعض جنازوں کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ اکثر میرا طریق یہی ہے جیسا کہ پہلے خلفاء کا بھی تھا کہ حتی المقدور نماز جنازہ کو جمعہ

کے ساتھ ملاتے نہیں الگ رکھا جاتا ہے، بعد میں کیا جاتا ہے لیکن بعض دفعہ لوگوں کی وفات کے وقت طبعاً دل میں ایک جوش اٹھتا ہے کہ ان کے لئے جمعہ کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی جائے اور ایسی صورت میں میں پھر یہی فیصلہ کرتا ہوں۔ جماعت کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ میرے ان فیصلوں کے نتیجے میں مجھ پر یہ دباؤ نہ ڈالیں کہ جس کا دل چاہے اس کے عزیز کی نماز جمعہ کے ساتھ نماز جنازہ ہو۔ وہ زور دے کہ فلاں جمعہ کے بعد اس کا جنازہ بھی پڑھ دیں۔ یہ پھر رسم و رواج بن جائیں گے اس میں نفس کی انا کا دخل ہو جائے گا۔ اللہ کی محبت کا دخل نہیں رہے گا ان باتوں کو مجھ پر چھوڑ دیں۔ یہ درخواست کر سکتے ہیں کہ ہمارے فلاں عزیز کی نماز جنازہ غائب آپ پڑھا دیں یا حاضر ہو تو حاضر پڑھا دیں مگر وقت کی شرط نہ لگایا کریں۔

آج جو دو جنازے خصوصیت سے میرے پیش نظر ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سے جنازے ہیں جن کا اعلان ہو چکا ہے۔ لیکن ایک ہمارے ابراہیم نونن یہ گلاسکو میں پانچ سال پہلے مسلمان ہوئے تھے مگر احمدی نہیں تھے۔ احمدیت کی وساطت سے نہ ان کو پیغام ملا، نہ ان کو خیال آیا احمدی ہونے کا۔ ان کے دل میں اسلام کے نتیجے میں بوسنیا کے لئے قربانی کا جذبہ ابھرا اور محض اس اسلامی تعلق کی وجہ سے یہ بوسنیا کی خدمت کے لئے وقف ہو گئے اور مختلف جو قافلے جایا کرتے تھے مدد کے ان میں ان کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ ایک سال پہلے ان کا تعارف اتفاقاً جماعت سے اس طرح ہوا کہ جماعت کے ایک Convoy میں یہ بھی شامل ہو کر ایک اور ادارے کے چونکہ مستقل ممبر بنے ہوئے تھے یہ بھی شامل ہو کر ساتھ چلے گئے وہاں انہوں نے جس طرح احمدیوں کو خدمت کرتے دیکھا قریب سے ان کی عبادتیں دیکھیں، ان کا تعلق باللہ دیکھا، ہر موقع پر وہ دعا کر کے کام کرتے تھے۔ اس سے اتنا متاثر ہوئے کہ بعد میں انہوں نے اپنے آپ کو احمدیوں کے قافلوں کے ساتھ جانے کے لئے وقف کر دیا اور مجھے آ کر ملے اور مجھے کہا کہ میں نے قطعی طور پر احمدی ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے، آج سے میں احمدی ہوں۔ میں نے ان کو سمجھایا کہ آپ غور کر لیں آپ کو اختلافی مسائل بھی دیکھنے ہوں گے۔ انہوں نے کہا مجھے کچھ تو بتا دیئے ہیں بعض احمدیوں نے مگر یہاں اختلافی مسائل کی بحث نہیں ہے مجھے جس اسلام سے اطمینان نصیب ہو رہا ہے وہ یہ اسلام ہے جس پر آپ عمل کر رہے ہیں اور مجھے طمانیت ہی نہیں مل سکتی دوسری جگہ۔ اس لئے آپ مجھے اپنے میں قبول کریں۔

اب مجھے یاد نہیں کہ باقاعدہ اس وقت ان سے بیعت فارم بھروایا گیا تھا کہ نہیں مگر یہ بات سن کر میں نے ان سے کہا کہ آپ آج کے بعد خدا کی نظر میں بھی احمدی اور میں بھی آپ کو احمدی ہی سمجھوں گا۔ انہوں نے کہا دعا کریں میں پھر خدمت پر جا رہا ہوں۔ چنانچہ مسلسل بوسنیا جانے والے قافلوں کی خدمت کرتے رہے۔ ابھی اطلاع ملی ہے یعنی چند دن پہلے کہ وہاں Srivo سرائیوو کے نزدیک ایک بارودی سرنگ کے پھٹ جانے کی وجہ سے ان کی شہادت ہوئی ہے۔ چونکہ بوسنیا کے جہاد میں للہ شرکت کی ہے، نو مسلم ہونے کے باوجود، اتنا جذبہ جہاد تھا، اتنی قربانی تھی اس لئے ان کے لئے تو خصوصیت سے میرے دل میں یہی تحریک اٹھی کہ نماز جمعہ کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھائی جائے۔

دوسرے ہمارے عزیز مبشر احمد صاحب ہیں۔ جماعت جرمنی کے سرگرم کارکن اور فدائی احمدیت کے اور ایسا عشق تھا احمدیت سے اور خلافت سے کہ ان کی زندگی اس کام میں وقف رہتی تھی کہ کسی طرح مجھے خوشی کی خبر پہنچائیں اور کوئی بھی تکلیف کی خبر کہیں پہنچتی تھی تو وہاں پہنچتے تھے، مجھے دعا کا تار دے کر جاتے تھے، خدمت کے لئے وقف ہوتے تھے اور بار بار مجھے چھوٹی سی بھی امید کی خبر آئے تو فیکس کر دیا کرتے تھے کہ الحمدللہ اب اللہ کے فضل سے یہ Improvement ہوگئی ہے۔ یہ ہوگئی ہے، یہ ہوگئی ہے۔ ان کے اس اخلاص کی وجہ سے میں نے ان پر بوجھ بھی بہت ڈالے لیکن ہر بوجھ خوشی سے قبول کیا اور میری توقع سے بھی بڑھ کر ادا کیا۔ اس لئے میں نے ایک خطبے میں بھی ان کا ذکر کیا اور اس کے بعد جماعت جرمنی نے ان پر وسیع ذمہ داری ڈال دی اور مسلسل بڑی محنت کے ساتھ اس ذمہ داری کو ادا کرتے رہے بلکہ میں تعجب کرتا تھا کہ اتنی جلدی کس طرح انہوں نے وہ سارا کام کر لیا جو ساری جماعت جرمنی کے کارکنوں کو توفیق نہ ملی جن کو میں بار ہا کہہ چکا تھا، کہتا رہا تھا کہ آپ یہ کام اس طرح کریں۔ نہ ان کو سمجھ آتی تھی نہ اس کی توفیق ملتی تھی۔ مگر جماعت جرمنی پر کوئی حرف نہیں ہے کیونکہ ان سے جن لوگوں نے تعاون کیا ہے وہ بھی تو جرمنی جماعت کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ بکثرت گروپس بنائے انہوں نے اور بڑی اعلیٰ روح کے ساتھ سب نے لبیک کہا اور وہ کام جو کئی سال سے رکا ہوا تھا یا دو سال سے کہنا چاہئے رکا ہوا تھا اللہ کے فضل سے بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ یہ یہاں بھی اسی خدمت کے لئے آئے ہوئے تھے وہاں سے۔ کچھ ٹیپیں تیار کروا کے ہماری ایم ٹی اے کے لئے اپنی وین میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر یہاں پہنچے تھے۔ عشاء کے

وقت میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا اسی دن آئے تھے تو انہوں نے مجھے بتایا مختصراً اور کہا میں ابھی جارہا ہوں۔تو میرے دل پہ تردّد ہوا، بوجھ پڑا کیونکہ بسا اوقات میں کارکنوں کو روکتا ہوں کہ اتنا بوجھ نہ لو انسان آخر انسان ہے۔بعض دفعہ نیند کے غلبے سے مغلوب ہو کر حادثات بھی ہوجاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے ربوہ میں بھی ایک دفعہ پرانی بات ہے ہمارے فاروق کھوکھر صاحب ان کو بھی یہی جوش ہوا کرتا تھا کہ جب خدمت سپرد ہو تو نہ دن دیکھتے نہ رات اور نیند سے برا حال، مجبور ہوئے ہوئے کہ میں ابھی واپس جاؤں گا۔ان کو میں نے سمجھایا کہ ٹھہریں ابھی ساری رات چل کے آئے ہیں، ابھی ناشتہ کیا ہے، اس کا بھی اثر ہوتا ہے آپ نہ جائیں۔کہ نہیں نہیں آپ فکر نہ کریں میں بڑی Drive کر لیتا ہوں اور اس کے تین گھنٹے بعد ایک کار آئی کہ فلاں کار آپ کے رشتہ داروں کی تو نہیں تھی کوئی ہمیں اس کی بہکی بہکی باتوں سے لگ رہا ہے کہ وہ ربوہ کا تھا اور آپ کا عزیز تھا۔تو پتا لگا کہ سو گئے چلاتے وقت اور نہر کے جو بازو کا ایک بند سا ہوتا ہے سڑک چھوڑ کر موٹر اس بند میں ٹکرائی ہے اور اللہ کا خاص فضل ہی تھا جو اس کے باوجود زندہ بچ گئے ورنہ دیکھنے والوں کو امید نہیں تھی۔تو میں اس لئے بتا رہا ہوں کہ لوگوں کو چاہئے کہ یہ نصیحت مان لیا کریں۔توفیق سے بڑھ کر اگر آپ اپنے اوپر بوجھ ڈالیں گے تو یہ جو قربانی ہے یہ غلطی کی قربانی ہے۔ اللہ نے نہیں مانگی۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ: 287) اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی توفیق سے بڑھ کر کام کرنے کے لئے پابند نہیں فرماتا۔پس رک جایا کریں وہاں جہاں آپ کی ہمت جواب دے جائے۔

مگر بہر حال ان کو تو میں شہید ہی سمجھتا ہوں کیونکہ جس جذبے سے انہوں نے خدمت کی ہے اور آخر وقت تک کسی وجہ سے چاہتے تھے کہ جلدی لوٹوں بہت سے کام رک گئے ہیں جو جا کر ہی کئے جائیں گے۔ان کی شہادت کے تعلق میں ایک اور واقعہ جو میں آپ کو بیان کرنا چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص ایک اعجاز کی صورت میں مجھے ملا۔ جب ان کے وصال کی خبر ملی، شہادت کی تو میرے دل میں سخت بے چینی پیدا ہوئی کیونکہ ان سے ان کی قربانی کی وجہ سے بہت تعلق تھا۔یہ خطرہ تو مجھے ذرا بھی نہیں ہوا کہ کام کیسے چلیں گے وہ تو اللہ کے کام چلتے ہیں ایک مبشر لے جائے تو سو مبشر عطا کر دیا کرتا ہے۔ مجھے اپنے تعلق کی وجہ سے تھا کہ صدمے کا بہت بوجھ پڑ جائے گا اور میرے کاموں میں حارج نہ ہو جائے۔ایسا بوجھ نہ پڑے جس سے مجھے کوئی نقصان پہنچ جائے اور اس کے ساتھ ہی

دل سے دعا نکلی کہ اللہ ہی ہے سنبھالنے والا۔ مجھے زندگی بھر کبھی ایسا تجربہ نہیں ہوا یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ اچانک یوں لگا جس طرح آسمان سے اس طرح سکینت اتری ہے کہ اچانک دل ٹھہر گیا وہیں۔ کوئی فکر کی بات نہیں رہی، نہ غم کا غلبہ رہا۔ ایک ایسا واقعہ جیسے عام روزمرہ کوئی واقعہ ہو جائے اس کا کوئی بھی بداثر نہیں تھا اور اس سے پہلے بھی صدمے ہوئے ہیں مگر اتنی جلدی تسکین کبھی نہیں ہوئی جو اس دعا کے نتیجے میں ہوئی ہے۔

اس کا بھی اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اسکا مبشر کی اپنی ذات سے بھی ایک تعلق ہے۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی مجھے تکلیف نہ پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے اس تکلیف کو جو مجھے شدت سے پہنچنی تھی خود سنبھال لیا۔ میں نے جب جرمنی کے امیر صاحب سے بات کی ابھی یہ بات پوری بتائی نہیں تھی میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسکین اتری ہے۔ تو انہوں نے کہا عجیب بات ہے ہمارا یہی تجربہ ہوا ہے ہم سب بڑے پریشان تھے اچانک خدا کی طرف سے ایک عجیب تسکین اتری ہے۔

تو یہ دو جنازے خصوصیت کے ساتھ ابھی نماز جمعہ کے بعد ادا کئے جائیں گے اس لئے سنتیں بعد میں پڑھی جائیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور بھی عزیز ہیں مثلاً آپا عائشہ، کرنل سلطان محمد صاحب کی بیوہ تھیں اور حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی بیٹی تھیں، آپا آمنہ کی ہمشیرہ۔ یہ بھی ایک فرشتہ سیرت انسان اور غیر معمولی خلیق تھیں۔ جو بھی ان کو جانتے ہیں ان کو پتا ہے کہ کبھی ایک دفعہ بھی ان کی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو کسی دکھ کا موجب بنی ہو۔ ہمیشہ بنی نوع انسان کی ہمدردی، سچی محبت میں رہیں۔ دین سے بے حد محبت اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی اور ایک مثالی خاتون تھیں۔ پھر ہمارے عزیز میرے ماموں سید محمود اللہ شاہ صاحب کی بیٹی کے میاں میر نعیم اللہ صاحب کی ابھی حال ہی میں بریڈفورڈ میں وفات ہوئی ہے اور ان کو کینسر ہو گیا تھا اور آخر وقت میں مسلسل دین کی باتیں سنتے رہے کبھی قرآن سنواتے تھے، کبھی مسیح موعود علیہ السلام کی ملفوظات سنتے تھے اور جب خیال آتا تھا کسی کو کہ تھک نہ گئے ہوں تو پوچھتا تھا تو کہتے نہیں نہیں اس سے میں نہیں تھکوں گا۔ تو بہت ہی نیک حالات میں ان کا وصال ہوا ہے۔

پھر ہمارے بشیر الدین صاحب مومن جو یہاں آیا کرتے تھے بنگلہ دیش سے۔ ان کا

خاندان بھی بہت مخلص اور فدائی ہے۔ پھر میاں جہانگیر وٹو صاحب جو وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور وٹو کے والد تھے۔ بڑے بہادر اور نڈر احمدی تھے خدا کے فضل سے اور کبھی اپنے بیٹے کی جو دنیاوی عزت تھی اس کے خیال سے نہ صرف یہ کہ احمدیت چھپائی نہیں بلکہ برادری میں چونکہ بہت معزز تھے ان کو بلا کر منہ پر سنایا کرتے تھے کہ تم کیا چیز ہو میں ہوں اصل جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کیا ہے۔ ایک دفعہ اپنے بیٹے کو بلا کر کہا منظورا، جس طرح بھی وہ بلایا کرتے تھے کہ ''کنی کپاہ ہوئی اے تیری'' انہوں نے کہا جی اتنے من یا کچھ۔ انہوں نے کہا ''ساری حکومت دی مشینری نال لگی 23 من کپاہ ہوئی اے نا۔ میں مسیح موعودؑ دا غلام میری 42 من ہوئی اے'' بڑے بہادر انسان، نڈر اور بے خوف اور کامل وفادار احمدیت کے۔ اس کی وجہ سے مولویوں نے منظور صاحب پر بڑے دباؤ بھی ڈالے لیکن بہرحال جس باپ کے بیٹے تھے اس کے ساتھ وفا تو انہوں نے کی۔ یہاں تک کہ جماعت کو آ کے کہا آپ کا معاملہ ہے آپ سنبھالیں۔ آپ ہی جنازہ پڑھائیں اور یہ غیر کا نہیں۔ جہاں جس طرح چاہیں تدفین کریں۔ تو ان کے ساتھ میرا چونکہ پرانا رابطہ تھا۔ ابھی منظور صاحب چھوٹے ہوا کرتے تھے۔ اس زمانے سے ان کے ساتھ خط و کتابت اپنے بیٹے کی نصیحت کے لئے کہا کرتے تھے مجھے۔ اس لئے ان سے بھی میری خط و کتابت رہی ہے، ایک زمانے میں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی غریق رحمت کرے۔ ان کے علاوہ بھی کچھ جنازے کے اعلانات ہیں کئے جا چکے ہیں۔ تو یہ خصوصیت سے میں نے سوچا کہ آپ کو ان کے متعلق کچھ تفصیل بتا دوں۔ اب انشاء اللہ نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ ہوگی۔